اسلام کا تصور جہاد اور امن

محمد کاشف اقبال*

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین**

ABSTRACT

In all divine religions, a vivid decree of Jihad is found. War brings destruction for any nation that falls in it. Often this damage and destruction reaches to the extent that decades are required to cover it. Affected community and state ruins adversely. If the laws of justice are observed, even in war, such destruction can be minimized. It is unjustified that laws of justice are ignored just in enimity of any *other* nation. Though the concept of Jihad is found in all divine religions but no other religion expoeses the purpose and laws of Jihad as elaborated in Islam. The observation of Jihad is compulsory in Islam in both forms whether defensive are offensive. But often Muslim scholars who are influenced by the orientalists are misguided and refuse offensive side of Jihad and support only defensive Jihad. In our opinion their point of view is against Qur'an, and Sunnah and even against vast majority of *Aslaf* and *Jamhoor* scholars of Islam.

Nature and scope of Jihad along with its importance and

* ایسوسی ایٹ لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات

** پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف لاہور

objectives and other related issues have been explained in Quran and Sunnah. The gist of Islamic teachings about Jihad is that it aims to promote peace and justice in the society and intends to eliminate aggression, injustice and oppression.

KeyWords: جہاد، امن، تصور جہاد، اعلائے کلمۃ اللہ، خیبر، فتح مکہ جرائم، ایف بی آئی

جہاد کی تعریف

علامہ بدرالدین عینی اپنی کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" میں جہاد کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

بذل الجهد في قتال الكفار لإعلاء كلمة الله.[1]

"اعلاءِ کلمۃ اللہ (اللہ کے دین کی سربلندی) کے لیے کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت لگا دینا۔"

اسی طرح امام کمال الدین ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ بابرتی نے عنایہ اور علامہ زین الدین نجیم مصری نے البحر الرائق میں جہاد کی درج ذیل تعریف بیان کی ہے:

"الجهاد هو الدعاء إلى الدىن الحق والقتال مع من امتنع من القبول بالنفس والمال." [2]

" دین حق کی طرف دعوت دینا اور جو اس دعوت کو قبول نہ کرے اس کے ساتھ جان و مال سے جنگ کرنا جہاد ہے"

ان کابرینِ امت کی بیان کردہ دونوں تعریفوں سے جہاد کی تعریف کے ساتھ ساتھ "علت قتال" بھی سمجھ آجاتی ہے کہ کفر کا خاتمہ و دین اسلام کی سربلندی" علت قتال" ہے۔

چودہ سو سال کے تمام اکابر علماء دین کا اس اصول و قانون پر اتفاق ہے کہ جہاد "مدافعانہ و جارحانہ "دونوں صورتوں میں فرض ہے جیسا کہ مولانا احمد رضا بریلوی اپنی تصنیف "المجحة المؤتمنة في آية الممتحنة" میں لکھتے

---

[1] ۔عینی، علامہ بدرالدین، عمدۃ القاری، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1421ھ، 2001ء، 109:14

[2] ۔ مصری، زین الدین نجیم ، البحرالرائق، کتاب السیر، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ، 1997ء، 119:5

بابرتی، علامہ محمد بن محمود، عنایہ، بپٹسٹ مشن پریس کلکتہ 1253ھ، 1837ء، 541:2

ہیں:

"اجماع امت ہے کہ جہاد کفار محاربین بالفعل سے مخصوص نہیں، مدافعانہ و جارحانہ دونوں طرح کا حکم ہے۔ اجازت کا مدافعانہ میں حصر پہلے تھا، پھر قطعاً منسوخ ہو گیا (یعنی پہلے جہاد صرف دفاعی حالت میں کرنے کی اجازت تھی، اب یہ حکم قطعی طور پر منسوخ ہو چکا ہے۔ اب جہاد جارحانہ و مدافعانہ دونوں طور پر کرنے کا حکم ہے" [1]

امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی اسلامی فقہ کی اپنی مشہور کتاب "کنز الدقائق" میں کہتے ہیں:

"الجهاد فرض كفاية ابتداء [2] "جہاد میں ابتداء کرنا فرض کفایہ ہے۔"

"کنز الدقائق" کی شرح "البحر الرائق" میں اس اصول کی شرح کرتے ہوئے علامہ زین الدین نجیم مصری کہتے ہیں:

"یہ عبارت فائدہ دیتی ہے کہ جہاد فرض ہے اگرچہ کافر پہل نہ کریں کہ آیات مبارکہ عام ہیں اور یہ جو قرآن پاک میں فرمایا کہ اگر وہ تم سے قتال کریں تو تم ان سے قتال کرو منسوخ ہے۔" [3]

امام برہان الدین مرغینانی اپنی تالیف "ھدایہ" میں جو صدیوں سے عالم اسلام کے مدارس دینیہ میں فقہی نصاب کے طور پر شامل ہے، کہتے ہیں:

"قتال الكفار واجب وإن لم يبدؤا للمعلومات" [4]

کفار سے قتال کرنا واجب ہے اگرچہ وہ قتال میں ابتداء نہ کریں اس لیے کہ جہاد کے احکام عام ہیں۔

اسی طرح مشہور فقیہ امام ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں "حدیث نبوی "أُمرت أَن أُقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلاالله" سے استشہاد کرتے ہوئے یہی اسلامی فقہ بیان فرمایا کہ "ہم مسلمان کفار سے جہاد کرنے میں پہل کریں" جہاد میں پہل کرنے کی یہ فرضیت صرف علمائے احناف نے نہیں بلکہ دیگر علماء نے بھی بیان فرمائی ہے۔ جیسا کہ شوافع کے امام محی الدین نووی نے "روضة الطالبين و عمدة المفتيين" میں، مالکی فقیہہ

---

[1] ۔بریلوی، مولانا احمد رضا خان، المحجة الموتمنه فی آية الممتحنة. رسائل رضویہ، مسلم کتابوی لاہور 1976ء، 111:1

[2] ۔ نسفی، امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد ، کنزالدقائق، دارالکتب العلمیه بیروت ،1418ھ، 1997ء، 119:5

[3] ۔ مصری، زین الدین نجیم ، البحرالرائق، کتاب السیر، دارالکتب العلمیه بیروت، 1418ھ،1997ء، 119:5- 120

[4] - مرغینانی، امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی، الہدایه، کتاب السیر، المکتبة العربیه کراتشي، ص: 239

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی نے "اکمال اکمال المعلم" میں اور فقہاء حنبلیہ میں سے ابن قدامہ حنبلی نے "المغنی" میں جہاد میں پہل کرنے کو صراحتاً فرض کفایہ کہاہے۔[1] اور اگر مسلمانوں کو اسلامی ریاست کے امیر کی طرف سے حکم عام ہو جائے یا مسلم ریاست پر کفار کی طرف سے حملہ ہو جائے تو اس صورت میں ان تمام فقہائے اسلام کے نزدیک اس ریاست کے مسلمانوں پر جہاد کرنا فرض عین ہو جاتاہے حتی کہ اگر اس ریاست کے مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت ہو تو ان دوسرے مسلمانوں پر بھی جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ لہذا جہاد مدافعانہ ہو یا جارحانہ دونوں صورتوں میں قطعاً فرض ہے اور اس پر اجماع امت ہے جیسا کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے "فتاوی رضویہ" میں اس کی صراحت کی ہے۔ نیز یہ کہ اجماعِ امت کا منکر بمطابق قران وحدیث و صراحت ائمہ فقہاء ومحدثین گمراہ ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے جہاد کا حکم دیتے ہوئے سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾

"اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے اور اللہ کا دین قائم ہو جائے۔"[2]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جہاد کا حکم دیتے ہوئے سورۂ توبہ میں، جو تصریح ائمہ مفسرین، فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی[3] ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾[4]

"اے نبی! کافروں اور منافقوں سے لڑائی کر اور ان پر سختی کر، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بری جگہ ہے۔"

پھر اسی سورہ میں ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ

1۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، 1427ھ/2006ء، 5:254

2۔ ایضاً، 5:254-255

3۔ بریلوی، مولانا احمد رضا خان، المحجة الموتمنة فى آية الممتحنة، رسائل رضویہ، 1:110

4۔ التحریم 9:66

غِلْظَةً﴾[1]

"اے ایمان والو! اپنے نزدیک کے کافروں سے لڑو اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔"

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا احمد رضا بریلوی "المحجة المو تمنة فی آیة الممتحنة" لکھتے ہیں:

"یہ حکم بھی جمیع کفار کو عام ہے۔ حکمت یہی ہے کہ پہلے پاس والوں کو زیر کیا جائے جب وہاں اسلام کا تسلط ہو جائے تو اب جو اس سے نزدیک ہیں وہ زیر ہو جائیں تو اب جو ان سے قریب ہیں یوں یہ سلسلہ شرقاً غرباً منتہائے زمین کو پہنچے اور بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا اور بعونہ تعالیٰ ایسا ہی بصورت اتم وکمال زمانہ امام مہدی موعود میں ہے۔[2]

دین اسلام میں جہاں جہاد کا حکم ہے وہیں پر ہر موقع پر عدل کو بھی قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے چاہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیت مبارکہ میں عدل کا حکم دیتے ہوئے اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[3]

"اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان لوگوں سے عدل کرنے اور حسن سلوک کرنے کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے جو کہ ان سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کرتے:

﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾[4]

"اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان کے حق میں

1۔ التوبہ 9: 123

2۔المحجة الموتمنة فی اية المممتحنة ،رسائل رضویہ،1:111

3۔المائدة 5: 8

4 ۔ الممتحنہ 60: 8

انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اسی طرح احادیث مبارکہ میں واضح طور پر جہاد سے متعلقہ ایسے تفصیلی قوانین بیان کر دیے گئے ہیں جو کہ عدل اور امن کے ضامن ہیں کہ جنگ وجہاد کے دوارن ان پر عمل کالازمی نتیجہ امن کا قیام ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اسلامی لشکر روانہ کرتے وقت لشکر کو عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے منع فرماتے حضرت ابن کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جب ابن ابی حقیق کی طرف لشکر روانہ فرمایا تو اسلامی لشکر کو عورتوں اور بچوں کے قتل سے صریحا منع فرما دیا"[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما روایت کرتے ہیں:

"وجدت امرأة مقتولة في بعض مغازي رسول اللهﷺ، فنهى رسول اللهﷺ عن قتل النساء والصبيان."[2]

"حضور نبی کریم ﷺ نے ایک غزوہ میں کسی عورت کو دیکھا جسے قتل کر دیا گیا تھا۔تب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے (سختی) سے منع فرمادیا۔"

اسی طرح عورتوں اور بچوں کے قتل کی ممانعت کے حوالے سے حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ:

"نہی رسول اللهﷺ عن قتل النساء والولدان." [3]

"حضور نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اسلامی لشکر کو خاص طور پر بچوں کو قتل کرنے سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و ان رسول اللهﷺ لم يكن يقتل الصبيان، فلا تقتل الصبيان." [4]

---

[1] ۔مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث:9385

[2] - صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر،باب قتل النساء فی الحرب، رقم الحدیث:3015

[3] - المعجم الاوسط، رقم الحدیث :7011

[4] ۔ سنن دارمی، رقم الحدیث:2463

"بے شک نبی کریم ﷺ (جنگ میں) بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے، سو تم بھی بچوں کو قتل مت کرنا۔"

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے انتہائی خوبصورت انداز میں بچوں کے قتل کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا:

"خيارکم ابناء المشرکين- الا! لا تقتل الذرية." ([1])

"تم میں سے بہترین لوگ بھی تو مشرکین ہی کے بچے تھے۔ خبر دار! (جنگ کے دوران) بچوں کو قتل نہ کرنا"

ایک اور حدیث میں شیر خوار بچے، نابالغ بچے اور عورتوں کے قتل کے ساتھ بوڑھوں کو بھی قتل کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ولا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا ولا صغيرا ولا امرأة." ([2])

"کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا، اور نہ کسی (شیر خوار) بچے کو اور نہ نابالغ بچے کو اور نہ کسی عورت کو۔"

ایک غزوہ کے دوران نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کو پیغام پہنچایا کہ:

قل لخالد: لا يقتلن امرأة ولا عسيفا- وفى رواية: لا تقتلن ذرية ولا عسيفا.[3]

"خالد سے کہنا: (مشرک) عورتوں اور گزاروں کو ہر گز قتل نہ کرے اور ایک اور روایت میں ہے کہ: بچوں اور خدمت گاروں کو ہر گز قتل نہ کرنا۔"

امام بیہقی نے السنن الکبری میں ایک روایت نقل فرمائی ہے جس میں انتہائی احسن انداز میں تفصیل کے ساتھ وہ ہدایات نقل کی گئی ہیں جو نبی کریم ﷺ اسلامی لشکر کو مشرکین کی طرف روانہ کرتے وقت ارشاد فرماتے:

"ولا تقتلوا وليدا طفلا، ولا امرأة، ولا شيخا كبيرا، ولا تغورن عينا، ولا تعقرن شجرة الا شجرا يمنعكم قتالا، ولا تمثلوا بآدمى ولا بهيمة، ولا

[1] ۔ مسند احمد بن حنبل، رقم الحديث: 15626

2 ۔ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب في دعاء المشرکين، رقم الحديث :2614

3 ۔ سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب الغارة والبيات وقتل النساء والصبيان، رقم الحديث:2842

تغدروا و لا تغلوا." ([1])

"کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا، کسی عورت کو قتل نہ کرنا، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا، چشموں کو خشک وویران نہ کرنا، جنگ میں حائل درختوں کے سوا کسی درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی انسان اور جانور کا مثلہ نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا اور چوری وخیانت نہ کرنا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اسلامی لشکر کو جہاد پر روانہ فرماتے تو ہدایات فرماتے:

"اخرجوا بسم الله، تقاتلون فی سبیل الله، من کفر بالله- لا تغدروا ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا الولدان ولا اصحاب الصوامع." ([2])

" اللہ پاک کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ تم اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرنے والے ہو ان لوگوں سے جو اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ سو تم بدعہدی نہ کرنا، چوری وخیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا اور راہبوں کو قتل نہ کرنا"

شریعت اسلامیہ میں تو غیر مسلموں کی عبادت گاہوں میں موجود ان کے راہبوں کو بھی قتل کرنے سے واضح طور پر منع فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا تقتلوا اصحاب الصوامع"

"کلیساؤں کے متولیوں (پادریوں) کو قتل نہ کرو۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ لوگوں میں کھڑے ہوئے، اللہ پاک کی حمد وثناء بیان کی اور پھر ارشاد فرمایا:

"الا! لا یقتل الراهب فی صومعة"([3])

" خبردار! عبادت گاہوں میں موجود راہبوں کو قتل نہیں کیا جائے گا"

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ مسلمانوں کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

---

1 ۔ بیہقی، السنن الکبری، رقم الحدیث:17934

2 ۔ مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: 2728

[3]۔مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث:33127

"كانوا لا يقتلون تجّار المشركين" [1]

"مسلمان مشرک تاجروں کو قتل نہیں کرتے تھے۔"

اس کے علاوہ بھی جو شخص جنگ میں حصہ نہ لے، چاہے وہ بوڑھا ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت اس کو قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے ہر اس شخص کو امان عطا فرما دی جس نے ہتھیار ڈال دیا تھا یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من دخل دار ابی سفیان فهو آمن، ومن القى السلاح فهو آمن، ومن اغلق بابه فهو آمن"[2]

"جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اسے امان ہے، جو شخص ہتھیار ڈال دے اسے بھی امان ہے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے بھی امان ہے۔"

صحیحین میں ایک اور نبوی اصول بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ رات کی بجائے صبح کے وقت لوگوں پر حملہ کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"ان رسول اللهﷺ اتى خيبر ليلا، و كان اذا اتى قوما بليل لم يغر بهم حتى يصبح" [3]

"رسول اللہ ﷺ رات کے وقت خیبر کے مقام پر تشریف لائے۔ اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی جگہ رات کو پہنچتے تو صبح ہونے تک وہاں کے لوگوں پر حملہ نہیں کرتے تھے۔"

اور جنگ کے دوران اسلامی لشکر کو اجازت نہیں تھی کہ اہلِ کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر گھسا جائے اور ان کی عورتوں کو مارا پیٹا جائے۔ حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان الله لم يحل لكم ان تدخلوا بيوت اهل الكتاب الا باذن، ولا ضرب

---

[1]۔ السنن الكبرى للبيهقى، رقم الحديث:17939

[2]۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب فتح مكة، رقم الحديث :1780

[3]-جامع الترمذي، أبواب السير عن رسول اللهﷺ باب في البيات والغازات، رقم الحديث:3961

نسائهم ولا اكل ثمارهم" [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال نہیں کیا کہ تم اہل کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل ہو اور ان کی عورتوں کو پیٹنا اور پھلوں کو کھانا بھی حلال نہیں۔"

اسی طرح جنگ کے دوران لوگوں کے گھروں میں کی جانے والی لوٹ کھسوٹ کی بھی قطعا اجازت نہیں یہ عمل جہاد کے منافی ہے جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من ضيق منزلا او قطع طريقا فلا جهاد له."[2]

"جو شخص لوگوں کے گھروں میں گھس کر ان کو تنگ کرے یا راستوں میں لوٹ مار کرے تو اس کا یہ عمل جہاد نہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کا بھی یہی طریق کار رہا۔ امام ترمذی اپنی سنن میں روایت نقل کرتے ہیں:

"نهى ابو بكر الصديق ان يقطع شجرا مثمرا او يخرب عامرا و عمل بذ لک المسلمون بعده."[3]

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جنگ کے دوران) پھل دار درخت کاٹنے اور عمارت کو تباہ کرنے سے منع فرمایا اور آپ کے بعد بھی مسلمان اسی بات پر عمل کرتے رہے۔"

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے شام کی طرف لشکر روانہ فرمایا تو حضرت سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"انی اوصیک بعشر: لا تقتلن صبيا ولا امرأة، ولا كبيرا هرما، ولا تقطعن شجرا مثمرا، ولا تخربن عامرا، ولا تعقرن شاة، ولا بعيرا الا لماكلة، ولا تغرقن نخلا، ولا تحرقنه، ولا تغلل ولا تجبن."[4]

"میں تمہیں دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: کسی بچے کو، عورت کو، بوڑھے کو اور بیمار کو ہر گز قتل

---

[1] -السنن الكبرى للبيهقى، رقم الحديث :18508

[2] -سنن ابى داؤد، كتاب الجهاد، باب ما يؤمن من انضمام العسكر وسعته، رقم الحديث: 2629

[3] - سنن ترمذی، أبواب السير عن رسول اللهﷺ، باب في التحريق والتخريب، رقم الحديث: 1552

[4] - الموطا امام مالک، رقم الحديث:965

نہ کرنا اور کوئی بھی پھل دار درخت ہر گز نہ کاٹنا اور نہ ہی کسی آباد گھر کو ویران کرنا اور کسی بھیڑ اور اونٹ کی کونچیں نہ کاٹنا مگر کھانے کے لئے، اور کھجور کے درختوں کو مت کاٹنا اور نہ ہی جلانا، اور مال غنیمت تقسیم کرنے میں دھوکہ نہ کرنا اور نہ ہی بزدلی دکھانا۔"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرتے ہوئے اہل لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اوصيكم بتقوى الله، لا تعصوا ولا تغلوا، ولا تجنبوا، ولا تغرقوا نخلا، ولا تحرقوا زرعا، ولا تحسبوا بهيمة، ولا تقطعوا شجرة مثمرة، ولا تقتلوا شيخا كبيرا، ولا صبيا صغيرا."[1]

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور (اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ) نافرمانی نہ کرنا، بزدلی نہ دکھانا، کھجور کے درختوں کو نہ کاٹنا، کھیتیاں نہ جلانا، چوپایوں کو قید کر کے نہ رکھنا، کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور کسی شیخ فانی کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی کسی چھوٹے بچے کو قتل کرنا۔"

اسی طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا جس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا:

"لا تغلوا ولا تغدروا، ولا تقتلوا وليدا، واتقوا الله في الفلاحين."[2]

"دھوکہ نہ کرنا، غداری نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا اور کسانوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔"

اسی طرح حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق مصنف عبد الرزاق میں روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لا يقذف على جريح، ولايقتل اسير، ولا يتبع مدبر" (3)

"زخمی کو فوراً قتل نہیں کیا جائے گا، نہ ہی قیدی کو قتل کیا جائے گا اور نہ بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے گا۔"

1-مروزی، مسند ابی بکر الصدیق: رقم الحدیث:21

2-مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث:33120

3-مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث:18590

مندرجہ بالا آیات مبارکہ و احادیث مبارکہ سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ جنگ کے دوران بھی مکمل طور پر عدل سے کام لیناہے اور بچوں، بوڑھوں، عورتوں، راہبوں کو قتل نہیں کرنا حتی کہ انسان تو درکنار کسی جانور تک کا بھی مثلہ نہیں کرنا۔ اور چشموں کو بھی خشک نہیں کرنا کہ انسان ان سے پانی نہ پی سکے اور نہ ہی بغیر ضرورت کے درختوں کو کاٹناہے اور جہاد کی آڑ میں کسی بھی قسم کی بدعہدی اور چوری و خیانت کی گنجائش نہیں ہے۔ عدل پر مشتمل اسلام کے یہ جنگی قوانین امن کے ضامن ہیں اور اگر اسلام کے ان جنگی قوانین پر عمل کیاجائے تو کوئی بھی ریاست یا معاشرہ بد امنی کا شکار نہیں ہو گا کیونکہ ان قوانین پر عمل کرتے ہوئے کم سے کم جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

جہاں جہاد کے دوران ایسے اسلامی قوانین ہیں جن کا جنگ و قتال کے دوران خیال رکھنا انتہائی اہم ہے اسی طرح جہاد کے مباح وواجب ہونے کی بھی کچھ شرائط ہیں اور اس کا شریعت اسلامیہ میں ایک مکمل نظام دیا گیاہے۔ ائمہ فقہاءنے صراحتا یہ حکم ارشاد فرمایاہے کہ کفار سے جہاد کرنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جائے گی اور اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے تو مشرکین عرب اور مرتدین کے علاوہ جو دیگر کفار ہیں ان کو کہاجائے گا کہ جزیہ دو اور اس جزیہ کے بدلے میں ان کفار کی جان، مال، عزت و آبرو کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہو گی اور اگر کفار جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو تب ان سے قتال کیا جائے گا۔[1] جہاد میں ابتداء کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھا جائے گا کہ کہیں ہمارا ان سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ تو نہیں اور جنگ میں ابتداء کرنے سے پہلے مسلمانوں کو فتح کا غالب گمان ہو۔ اگر مسلمان کمزوری کی حالت میں ہوں، ان کے پاس کافی اسلحہ نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی جنگ کی ابتداء کرنا جائز نہیں۔ اور وہ آیات اور فقہاء کرام کی عبارات جن میں کہا گیاہے کہ جہاد میں پہل کرنا واجب ہے، ان کے بارے میں مولانا احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:

"ان کا تعلق سلاطین اسلام، عساکرِ اسلام اور اصحاب خزائن واسلحہ واستطاعت سے ہے۔"[2]

جیسا کہ شریعت اسلامیہ کا قاعدہ ہے کہ "ہر فرض بقدر قدرت وہر حکم بشرط استطاعت ہے۔"[3]

پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی واضح انداز میں جہاد میں پہل کرنے کا حکم دیا گیاہے۔ جیسا کہ تورات میں کتاب استثناء کے باب 20 میں ہے کہ جنگ کرنے سے پہلے مخالفین کو صلح کا پیغام دیاجائے اور اگر وہ صلح کرلیں تو تیرے

1-کاسانی، علامہ ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی 1400ھ، 100:7

2-بریلوی، مولانا احمد رضا خان، فتاوی رضویہ، رضا فاونڈیشن لاہور، 1998ء، 446:14

3-ایضاً، 147:14

خدمت گزار بن کر زندگی گزاریں اور اگر صلح نہ ہو پائے تو پھر جنگ کی جائے اور ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالا جائے:

"جب تُو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اُس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اُسے صلح کا پیغام دینا اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے باشندے تیرے باجگزار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تُو اُس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اُسے تیرے قبضہ میں کردے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔"[1]

حتی کہ تورات میں یہاں تک حکم دیا گیا ہے کہ جنگ کے دوران مفتوحہ علاقوں کے ہر ذی نفس انسان کو قتل کر دینا اور ہر دشمن قبیلہ کو خدا کے حکم کے مطابق نیست ونابود کر دینا:

"ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا۔ بلکہ تُو ان کو یعنی حِتّی اور اموری اور کنعانی اور فرزّی اور حوّی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا۔"[2]

اب اس جنگ و قتال کا فلسفہ بیان کیا جاتا ہے کہ آخر یہودیت میں اس قتال عظیم کا حکم کیوں دیا گیا اور اس کی کیا وجہ ہے؟ تورات میں جہاں اتنے بڑے قتال کا حکم دیا گیا وہیں ساتھ اس کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے کہ کہیں یہ گمراہ لوگ تمہیں بھی گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں خدا کے سیدھے راستے سے بھٹکا کر کفر و شرک اور گناہ کے راستے پر نہ لے جائیں اور تم کو وہ مکروہ کام نہ سکھا دیں جو وہ اپنے باطل معبودوں کے لئے کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ کتاب استثناء کے باب ۲۰ کی آیت میں ہے:

"تاکہ وہ تمہیں اپنے مکروہ کام نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لیے کیے ہیں اور یوں تُم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو۔"[3]

تورات وہ آسمانی کتاب ہے جو کہ یہود و نصاریٰ دونوں کے لیے حجت ہے کہ اس پر عیسائی اور یہودی دونوں ایمان رکھتے ہیں۔

---

[1] ۔استثنا، باب20:10-13

[2] ۔استثنا، باب20:-16-17

[3] ۔استثنا، باب20:18

بخاری و مسلم کی صحیحین میں روایت کردہ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، ويقيموا الصلاة، ويؤتوا الزكاة، فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحق الإسلام وحسابهم على الله."[1]

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور اگر انہوں نے ایسا کر لیا انہوں نے مجھ سے اپنا خون اور مال محفوظ کر لیا سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب للہ کے ذمہ ہے۔"

اس حدیث سے صراحتاً یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کفار سے قتال میں پہل کرنا فرض ہے یہاں تک کہ وہ توحید ورسالت کی گواہی دیں اور اس کے ساتھ ساتھ نماز کو قائم کریں اور زکوۃ بھی ادا کریں۔ مطلب یہ کہ اسلام اور اس کے پورے نظام کو قبول کریں اسی لیے توحید ورسالت کی گواہی کے ساتھ نماز اور زکوۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر وہ ان میں سے کسی بھی امر کا انکار کریں تو ان کے ساتھ قتال کیا جائے گا۔ اس حدیث پاک سے جہاد کا مقصد بھی واضح ہوتا ہے کہ جہاد کا مقصد خدا کی زمین پر خدا کے دین کو نافذ کرنا ہے۔ مزید یہ کہ اسی دلیل کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے مجاہدین جہاد کا علم لے کر نکلے اور پورا عرب، ایشیا، یورپ اور افریقہ میں بڑی بڑی ریاستوں کو فتح کیا اور وہاں دین اسلام کا پرچم لہرایا۔

اب سوال یہ ہے کہ جہاد میں ابتداء کیوں فرض ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی ادیان و نظام موجود ہیں یا تو وہ الہامی ہیں یا انسانی۔ الہامی ادیان میں سے اسلام کے علاوہ تمام کے تمام اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں، ان میں تحریف واقع ہو چکی ہے۔ باقی رہ گیا انسان کا بنایا ہوا نظام تو کیا یہ ممکن ہے کہ حاکم حقیقی و اس کائنات کے خالق حقیقی کو چھوڑ کر اس کائنات کو ایک کمزور، مجبور اور خواہشات نفسانی کے مارے ہوئے انسان کے بنائے ہوئے نظام و قانون کے مطابق چلایا جاسکے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ ایک انسان جس کی کمزوری و بے بسی کا یہ عالم ہے کہ وہ اس دنیا میں خود آسکتا ہے نہ خود جا سکتا ہے، جس کی زندگی و موت اس کے اپنے اختیار میں نہیں، جس کا علم و قدرت انتہائی محدود، جو اپنے جسم میں موجود روحِ حیات تک سے غیر معروف و مجہول کہ نہیں جانتا کہ زندگی کیا

[1] - صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا الشهادتين، رقم الحديث: 22

ہے؟ روح کیا ہے؟ [1] تو ایسے انسان کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق کیسے دنیا کو چلایا جا سکتا ہے؟ ایسے نظام کا نتیجہ سوائے ظلم و بربریت اور ہلاکت و سفاکت کے سوا کچھ نہیں۔ اس کا تاریخی ثبوت دیکھنا ہو تو آج جمہوریت و آمریت، نیشنلزم، سوشلزم و کیپٹل ازم جیسے انسانی نظریات پر مشتمل قوانین سے چلائی جانے والی تمام ریاستیں دیکھ لیں۔ مزید یہ کہ آج سے تقریبا چودہ سو سال پہلے الہامی و ربانی افکار و قوانین کی بنیاد پر قائم کی جانے والی ریاست مدینہ بھی دیکھ لیں جس کے بانی و امیر نبی کریم ﷺ ہیں۔ الہامی قوانین کی بنیاد پر تشکیل پانے والی اور انسانی قوانین کے مطابق قائم کی جانے والی ریاستوں کا فرق واضح ہو جائے گا۔

خدائے علیم و قدیر کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق قائم کی جانے والی ریاست مدینہ کا نظم و نسق دیکھو، اس کا نظام عبادات ہو یا سیاست و حکومت، اس کا معاشرتی نظام ہو یا نظام معیشت و تجارت، نظام عدل و انصاف ہو یا نظامِ تعلیم و تربیت ہر ایک نظام ایک آئیڈیل نظام ہے جس کا نتیجہ تصور توحید پر مشتمل ایک اعلی درجے کی "انسانی تہذیب" کی تشکیل کی صورت میں سامنے آیا۔ یہ تہذیب ہی دراصل "اسلامی تہذیب" ہے کہ جس کی بنیاد ہی یہ ہے کہ حاکم حقیقی و مالک حقیقی، حقیقی معبود و موجود بس ایک اللہ ہے۔ کسی انسان کو حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو اپنے آگے جھکائے، خود کو اس سے سجدہ کرائے، عوام پر حاکم حقیقی بن کر بیٹھ جائے اور ان پر ظلم ستم کے پہاڑ ڈھائے۔ اور یہی تصور توحید تھا کہ ریاست مدینہ میں ایسے تہذیب یافتہ معاشرہ کی تشکیل پائی کہ جہاں انسانیت اپنے عروج پر ہے، خدا کو جواب دہی کے تصور کی وجہ سے خدائی قوانین کے مطابق عدل و انصاف اس معاشرہ کا بنیادی اصول ہے، جہاں عزت کا معیار نسب و حسب نہیں بلکہ تقوی و پرہیز گاری ہے۔ جہاں خدائی قانون کے سامنے سب برابر ہیں۔ کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقوی کے۔ علم کا حصول جہاں عبادت ہے، محبت و وفا، شرم و حیاء اور طہارت و پاکیزگی جس معاشرہ کی فضا ہے۔ جہاں کے انسان خواہشات نفسانی سے یکسر آزاد ہیں۔ جن کو اپنے حقوق لینے کی بجائے دوسروں کو حقوق دینے کی فکر ہے۔ جہاں آقا ہو کہ غلام، مرد ہو یا عورت، سب عاجزی و انکساری کے پیکر ہیں اور عفو در گزر ان کا شعار ہے۔

اس کے مقابلے میں آج کی انسان پرستی و مغربی جمہوریت کے اصول پر تشکیل پانے والی مغربی تہذیب دیکھیں کہ جہاں خدا کی بجائے عوام طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ جہاں خدائی قوانین کی بجائے انسان کے بنائے ہوئے

1- فتاوی رضویہ، 600:26

تنت زندہ بجاں جانِ نہانی   تو از جاں زندہ و جاں را ندانی

تیرا بدن مخفی جان کی وجہ سے زندہ ہے، تو جان کے سبب زندہ ہے اور جان کو نہیں جانتا

قوانین کے مطابق انسان ہی کی حکومت ہے۔ جہاں انسان اپنے زعم فاسد میں خود ہی خدا بنا بیٹھا ہے۔ اور یہ وہ تہذیب ہے جو آج پوری دنیا پر غالب ہے۔ آج مغربی تہذیب کے حامل ممالک کو دیکھیں تو انتہائی افسوس ناک و عبرتناک صورت حال سامنے آتی ہے۔ پتا چلتا ہے کہ یہ مغربی فکر و تہذیب پر مبنی یہ معاشرہ کس طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور انسانیت کے مقام سے کتنا گر چکا ہے۔ جہاں شیطانیت ننگا ناچ ناچ رہی ہے۔ جہاں خدا کا تصور مسخ ہو چکا ہے۔ زنا، جوا اور شراب نوشی جیسی معاشرتی بیماریاں ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہیں۔ جہاں ماں بہن، میاں بیوی جیسے دینی رشتوں کا تصور اور ان کی اہمیت دم توڑ چکی ہے۔ جہاں حدود و قصاص جیسی سزاؤں کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں جو کہ کسی بھی معاشرے کے امن کی ضامن ہوا کرتی ہیں۔

اب ان مغربی ممالک میں سے صرف امریکہ میں جاری انسانیت سوز جرائم اور ظلم و بربریت سے متعلقہ کچھ حقائق بیان کیے جاتے ہیں جو کہ ڈاکٹر عبد الغنی فاروق نے اپنی کتاب "یہ ہے مغربی تہذیب" میں مختلف اخبارات کے حوالے سے تحقیق کے ساتھ بیان کیے ہیں۔[1] 1984ء میں صرف امریکہ میں 60 لاکھ جرائم ہوئے جن میں سے 26 ہزار جرائم قتل تھے۔ اور 1991ء میں یہ شرح قتل بڑھتے ہوئے 42 ہزار تک جا پہنچی ہے۔ اسی طرح امریکی سینٹ کے ارکان پر مشتمل عدالتی کمیٹی کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ میں ہونے والے جرائم کی مجموعی تعداد برطانیہ و فرانس، جرمنی و کینیڈا اور جاپان میں ہونے والے جرائم سے دو گنا زیادہ ہے اور یہ جرائم وبا کی طرح امریکہ میں پھیل چکے ہیں۔ اسی طرح چوری وڈاکہ کا معاملہ دیکھیں تو صرف امریکہ میں 1993ء میں سولہ لاکھ گاڑیاں چوری ہوئیں اور اس چوری سے ہر 100 میں سے گھرانے متاثر ہوئے۔ امریکی سرجن جنرل جوائن لان ایلڈرز کے مطابق امریکہ میں ہر سال 50 ہزار افراد تشدد کے ساتھ ہلاک کیے جاتے ہیں اور امریکہ میں نوجوانوں کے قتل کی کی شرح دوسرے کئی ممالک سے زیادہ ہے حتی کہ بعض ممالک سے 20 گنا زیادہ ہے۔ امریکہ میں ہر 5 منٹ بعد ایک زنا بالجبر ہوتا ہے اور 90 فیصد عورتیں خوف یا کسی اور وجہ سے مجرم کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کی بجائے خاموش رہتی ہیں۔ امریکہ کی 18 سال سے کم عمر نوجوان نسل میں سے 12 فیصد کسی نہ کسی ذہنی مرض یا الجھن میں مبتلاء ہیں۔ اور 1992ء میں جتنے بھی لوگ امریکہ میں مرے ان میں سے 29760 لوگوں نے خودکشی کی۔ جبکہ کثرت زنا و ہم جنس پرستی کی وجہ سے 33590 لوگ موت کا شکار ہوئے اور 26570 وہ لوگ ہیں جن کو ان کے اپنے ہی باپ یا بھائی نے قتل کیا۔ جنوبی امریکہ میں جرائم کا یہ عالم ہے کہ وہاں پاگل مریضوں کو خود ہلاک کر کے ان کے اعضاء فروخت کر دیے جاتے ہیں اور ان مریضوں کے بارے میں

1- فاروق، عبد الغنی، ڈاکٹر، یہ ہے مغربی تہذیب، کتاب سرائے لاہور 2016ء، ص:194-198

کہا جاتا ہے کہ یہ لاپتہ ہوگئے ہیں۔15 سال میں ارجنٹائن کے صرف ایک ہسپتال میں 1395 مریض ایسے تھے جن کے بارے میں یہ ظاہر کیا گیا کہ یہ لاپتہ ہوگئے ہیں۔اسی طرح لون اسٹار کالج امریکہ کے ایک انڈین پروفیسر ڈاکٹر غلام زرقانی جو کہ خود مدافعانہ جہاد کے نظریہ کے قائل ہیں،اگرچہ ان کا مدافعانہ جہاد کا نظریہ تھوڑا سا مختلف ہے، انہوں نے اپنی کتاب "اسلام زدپہ کیوں؟" میں امریکہ میں ہونے والے جرائم سے متعلق 2012ء و 2014ء کی کچھ رپوٹوں سے حقائق نقل کیے ہیں۔اور یہ وہ حقائق وشماریات ہیں جو ایف بی آئی نے امریکہ کے ہی قانونی وتعلیمی اداروں سے لے کر شائع کیے ہیں۔ ایف بی آئی کی رپورٹ کے مطابق 2012ء میں امریکہ کے 18000 شہروں میں ء فی 4.35 سیکنڈ ایک قتل، فی 6.2 سیکنڈ ایک زنا بالجبر، فی 1.5 سیکنڈ ایک چوری، فی 4.5 سیکنڈ ایک نازیبا حرکت ہوتی ہے۔2014ء[1] میں پورے امریکہ کے حوالے سے جو رپورٹ شائع ہوئی اس کے مطابق:

- 35 فیصد عورتیں گھریلو تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔
- 70 فیصد مقتولہ عورتیں اپنے شناساؤں کے ہاتھوں ماری جاتی ہیں۔
- 82 فیصد عورتیں جیل کی ہوا کھانے والی عورتیں ہوتی ہیں جو صغر سنی ہی میں جنسی دست درازی کا شکار ہو جاتی ہیں۔
- دس میں سے تین عورتیں اور ایک مرد جنسی دست درازی کا شکار ہوتے ہیں۔
- 60 فیصد بچے تشدد، جرائم اور دست درازی میں ملوث ہوتے ہیں۔
- 19.3 فیصد عورتیں اور ۱ء۷ فیصد مرد اپنی زندگی میں زنا بالجبر کا شکار ہوتے ہیں۔[2]

یہ ہے مغربی تہذیب یافتہ ممالک میں سے صرف ایک ملک امریکہ کی ہلکی سی جھلک۔ الامان الحفیظ۔اور یہی مغربی تہذیب یافتہ امریکہ ہے جس نے برطانیہ کے ساتھ مل کر جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر ظلم وبربریت کی وہ داستان رقم کی جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اس ایٹمی حملہ میں دیکھتے ہی دیکھتے دو سے تین لاکھ افراد موقع پر جاں بحق ہوگئے اور آج بھی وہاں پیدا ہونے والے بچے ایٹمی جراثیم کی وجہ سے معذور پیدا ہو رہے ہیں۔اس کے علاوہ ان مغربی ممالک کی آپس میں لڑی جانے والی صرف دو جنگوں، جنگ عظیم اول وجنگ عظیم دوم کا تاریخی وتحقیقی مطالعہ کیا جائے تو انسان کی روح کانپ اٹھتی ہے کہ ظالموں نے اپنی حکومت

1-غلام زرقانی،ڈاکٹر، اسلام زدپہ کیوں؟، دارالاحیاء لاہور 2016ء، ص:216

2-ایضاً

و اقتدار کی خاطر کیا کیا ظلم کیے۔ صرف جنگ عظیم اول میں 90 لاکھ جنگجو اور 70 لاکھ عام افراد موت کی گھاٹ اتارے گئے۔ دو کروڑ دس لاکھ افراد سے زائد زخمی ہوئے اور پچاس لاکھ وہ افراد ہیں جو مختلف بیماریوں، بھوک اور برے حالات کے سبب موت کا شکار ہوئے۔

اب مثال کے طور پر عیسائی مستشرقین میں سے ایک عیسائی مستشرق کے کچھ اقوال" نقلِ کفر کفر نہ باشد" کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں کہ جن مستشرقین کے پروپیگنڈہ سے مرعوب ہو کر بعض کمزور فکر کے مسلمان دفاعی جہاد کے نظریہ کو پیش کر رہے ہیں وہ مستشرقین کیا عزائم رکھتے ہیں اور وہ کیا افکار و نظریات اپنی عوام کے سامنے بیان کر رہے ہیں۔ فرانس کا ایک شدت پسند عیسائی مستشرق کیمون اپنی کتاب بائیولوجیکل اسلام میں مسلمانوں کے خلاف اپنی دہشت گردی پر مشتمل سوچ کو یوں بیان کرتا ہے:

> "دین محمد ﷺ ایک ایسا جزام ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک) جو بڑی شدت کے ساتھ عالم انسانیت میں اپنی جڑیں جما کر جسدِ انسانیت کے جملہ اعضاء کو ایک ایک کر کے تباہ و برباد کرتا جا رہا ہے۔ اسلام ایک خوفناک مرض اور پورے کے پوری جسد انسانیت کے لیے ایک طرح کا فالج ہے۔ یہ ایک ایسی دیوانگی ہے جو انسان کو گوشہ نشین بنا کر اسے کاہلی، غفلت اور سستی کا عادی بنا دیتی ہے۔ اولاً تو یہ دیوانگی مسلمان کا پیچھا چھوڑتی ہی نہیں اور اگر چھوڑتی ہے تو اسے غفلت و کاہلی سے بیدار کرنے کے لیے نہیں بلکہ یہ اسے اس لیے بیدار کرتی ہے تاکہ وہ بے گناہ انسانوں کا خون بہائے، شراب نوشی کرے اور ہر طرح کے فتنہ وفساد کو برپا کرنے کے لیے مصروف رہے، محمد ﷺ کی قبر (نعوذ باللہ من ذٰلک) ایک ایسا پاور اسٹیشن ہے جہاں سے مسلمانوں کے قلوب واذہان میں جنون و دیوانگی کی لہریں پیدا کی جاتی ہیں۔ اس قبر کو دیکھ کر مسلمانوں کو مرگی اور عقلی مدہوشی اور حواس باختگی کے ایسے دورے پڑنے لگتے ہیں جو ختم ہونے کا نام تک نہیں لیتے۔ جب مسلمان اس کی زیارت کر کے واپس لوٹتے ہیں تو ان کی اصل طبیعتیں بالکل مسخ ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور وہ صحیح معنوں میں ایسے درندے بن چکے ہوتے ہیں کہ جنہیں شراب اور موسیقی سے نفرت و عداوت کے سوا کسی دوسری چیز کی فکر نہیں ہوتی۔ پس اسلام سارے کا سارا سنگدلی اور لذت کشی میں ڈوب جانے کے سوا کچھ نہیں۔"[1]

1- جلال عالم، علامہ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں، مترجم محمد کفایت اللہ، دار البلاغ لاہور، صفحہ 119، بحوالہ القومیۃ والغزو الفکری، ص192

اپنی مذہبی وفکری دہشت گردی کو بیان کرتے ہوئے یہ عیسائی مستشرق مزید لکھتا ہے:

> میرا اعتقاد ہے کہ کم از کم مسلمانوں کی کل آبادی کے پانچویں حصہ کو تو بالکل تباہ و برباد کر دینا چاہیے۔ ایسا کرنا یورپ کے مادی و معنوی وجود کو برقرار رکھنے کے لیے انتہائی طور پر واجب ہے اور پھر باقی جو مسلمان بچیں ان میں سے چوتھے حصہ کو محنت و مزدوری اور انتہائی مشقت طلب کاموں میں جبراً و قہراً لگا دینا چاہیے۔ ہم یورپ والوں کے لیے واجب ہے کہ (نعوذ باللہ من ذلک) ہم کعبہ کو گرا دیں اور محمد ﷺ کی قبر کو پھاڑ کر اس کے اندر سے ان کی نعش اور ان کی ہڈیاں نکال کر لوفر کے عجائب خانہ کی زینت بنائیں (نعوذ باللہ من ذٰلک)۔"[1]

کیا دنیا ایسے ظالم و خون خوار جانوروں سے بھی بدتر انسانوں کے حوالے کر دی جائے اور ایسے وحشی انسانوں کے بنائے ہوئے نظام کے حوالے کر دی جائے جن کی فطرت انسانیہ کلیۃً مسخ ہو کر فطرت شیطانیہ ہو چکی ہے۔؟ نہیں!۔ تو پھر کن لوگوں کے حوالے کی جائے اور کونسا نظام لایا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دنیا کے جھوٹے خداؤں کی بجائے سچے معبود برحق کے عاجز خلفاء کے حوالے کی جائے۔ وہ خلفاء جو خدائے لم یزل کے احکام و قوانین کے مطابق ہی اس دنیا کو چلائیں۔ وہ خلفاء جو خود کو حاکم حقیقی نہیں بلکہ خود کو حضور ﷺ کے فرمان "سید القوم خادمهم" "قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے" کے مطابق خود کو قوم کا خادم سمجھیں۔ وہ خلفاء سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی طرح خلافت علی منہاج النبوہ، خلافت راشدہ قائم کریں جیسا کہ ان خلفاء نے مدینہ کی ریاست میں کی تھی۔

1۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں، مترجم محمد کفایت اللہ، دار البلاغ لاہور، ص:120